بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ + عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

روزنامہ

الفضل

ربوہ

ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی

فون ۴۴۹

جلد ۳۸/۷۳ | جمعرات ۱۳ شوال المکرم ۱۴۰۴ھ ۱۲ وفا ۱۳۶۳ ہش ۱۲ جولائی ۱۹۸۴ء | نمبر ۱۵۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخبار احمدیہ

۔۔ ربوہ ۱۱ وفا / جولائی۔ حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت کے بارے میں آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ

"عام طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے تاہم کمزوری بہت ہے"

احباب کرام خاص توجہ اور التزام کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضرت سیدہ ممدوحہ کو صحتِ کاملہ و عاجلہ سے نوازے اور برکتوں سے معمور طویل زندگی عطا فرمائے آمین

سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا شیریں منظوم کلام:

جو ہوئے تیرے لیے بے برگ و بر، پائی بہار

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

جب کوئی دل ظلمتِ عصیاں میں ہووے مبتلا
تیرے بن روشن نہ ہووے گو چڑھے سورج ہزار

اس جہاں میں خواہشِ آزادگی بے سود ہے
اک تری قیدِ محبت ہے جو کر دے رستگار

دل جو خالی ہو گدازِ عشق سے وہ دل ہے کیا
دل وہ ہے جس کو نہیں ہے دلبرِ یکتا قرار

فقر کی منزل کا ہے اوّل قدم نفیِ وجود
پس کر اس نفس کو زیر و زبر از بہرِ یار

تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہو وہ ناتمام
اس طرح ایماں بھی ہے جب تک نہ ہو کامل پیار

اے خدا اے چارہ سازِ دردِ ہم کو خود بچا
اے مرے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دل فگار

باغ میں تیری محبت کے عجب دیکھے ہیں پھل
ملتے ہیں مشکل سے ایسے سیب اور ایسے انار

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے
ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار

گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے
فضل پر تیرے ہے سب جہد و عمل کا انحصار

جن پہ ہے تیری عنایت وہ بدی سے دور ہیں
رہ میں حق کی قوتیں ان کی چلیں بن کر قطار

چھوٹ گئے شیطاں سے جو تھے تیری الفت کے اسیر
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بر، پائی بہار

جس کو تیری دھن لگی آخر وہ تجھ کو جا ملا
جس کو بے چینی ہے یہ، وہ پا گیا آخر قرار

عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

تیری درگہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
شرطِ رہ پر صبر ہے اور ترکِ نامِ اضطرار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

خصوصی

دردخواست دعا

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدظلہا العالی مطلع فرماتی ہیں:۔

"عزیزم مسعود احمد خان جو کراچی میں دل کی تکلیف سے بیمار ہیں۔ کی حالت بہت زیادہ تشویشناک ہے۔ بار بار سانس کی تکلیف ہو رہی ہے

احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ ان کی صحت یابی کے لئے دعا کریں۔

لندن مشن کا نیا ٹیلیفون نمبر

لندن مشن کا ٹیلیفون نمبر تبدیل ہو گیا ہے۔ نیا نمبر درج ذیل ہے۔ احباب جماعت نیا ٹیلیفون نمبر نوٹ فرمالیں۔

870 - 8517

(عطاء المجیب راشد
امیر جماعت ہائے احمدیہ انگلستان و امام
بیت الفضل۔ لندن)

حقیقی خوشی کا موجب:

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں۔ خدا ٹھگا نہیں جا سکتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے تکلیف کی پرواہ نہ کریں کیونکہ ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی اس عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے۔"

(ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۷۶)

پبلشر: مسعود احمد، پرنٹر: سید عبدالحی، مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ، مقام اشاعت دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ: قیمت ۵۵ پیسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

۱۳ر شوال ۱۴۰۴ھ

۱۲ وفا ۱۳۶۳ ہش

ہلاکت کی نوبت لانیوالا انتہائی خطرناک سراب

سب سے بڑا اور مشکل ترین امتحان جو اس دنیا میں انسان کو پیش آتا ہے وہ اس دنیا کی انتہائی پُرکشش زینتوں کی شکل میں ہی پیش آتا ہے۔ دنیوی زندگی کی زینتیں اُسے اس درجہ اپنی طرف مائل کرتی ہیں کہ وہ پھر انہی کا ہو رہتا ہے حتیٰ کہ آخرت کی دائمی زندگی کو فراموش کر کے وہ خدا اور اس کے دین سے یکسر غافل ہوئے بغیر نہیں رہتا یہ سب اس امر کے باوجود ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھول کھول کر یہ امر ذہن نشین کرایا ہے کہ یہ دنیا اور اس کا عیش و آرام فانی ہے، اس کی حیثیت لہو و لعب اور متاع الغرور سے زیادہ نہیں ہے۔ اصل اور دائمی زندگی وہ ہے جو مرنے کے بعد شروع ہوگی۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ اس جائے پُرعذاب سے دل نہ لگائے بلکہ اس میں اس طرح زندگی گزارے اور اس کی زینتوں سے اس حد تک اور اس رنگ میں فائدہ اٹھائے کہ وہ اگلے جہان کی دائمی خوشحالی کا مستحق قرار پا سکے۔

مثال کے طور پر جہاں تک دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی دائمی حیثیت کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو ذہن نشین کراتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

(العنکبوت آیت ۶۵)

ترجمہ:۔ اور یہ ورلی زندگی صرف ایک غفلت اور کھیل کا سامان ہے اور اُخروی زندگی کا گھر ہی درحقیقت اصلی (اور دائمی) زندگی کا گھر کہلا سکتا ہے۔ کاش لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں اس دنیا اور اس میں بسر کی جانے والی زندگی کو عارضی اور آخرت کی زندگی کو دائمی قرار دینے کے بعد آخر میں لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ اس لئے فرمایا کہ ہر زمانہ کے لوگ آخرت کو فراموش کرنے اور دنیا اور اس کی زینتوں کے دلدادہ بننے کی وجہ سے ہی گمراہ ہوتے رہے اور اسی لئے جملہ مامورین الٰہی اور دیگر اہل اللہ اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں کو دنیا سے دل نہ لگانے اور آخرت کی دائمی خوشحالی کو اپنا مطمح نظر بنانے کی تلقین کرتے رہے اور اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہتے رہے۔

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝

(المومن آیت ۴۰)

ترجمہ:۔ اے میری قوم یہ ورلی زندگی صرف ایک چند روزہ فائدہ ہے اور اُخروی زندگی ہی یقیناً پائیدار ٹھکانا ہے۔

اور اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو دنیا سے دل نہ لگانے اور آخرت کی دائمی خوشحالی کو اپنا مطمح نظر بنانے کی تلقین فرمائی۔ ہم یہاں اس مضمون کی کثیر التعداد احادیث میں سے صرف ایک حدیث کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہؓ بن الجراح کو بحرین کا عامل بنا کر بھیجا تا کہ وہاں سے جزیہ کی رقم وصول کر لائیں۔ چنانچہ جب وہ بحرین کے محاصل لائے تو انصار کو اس کا علم ہوا اور وہ منہ اندھیرے ہی فجر کی نماز میں پہنچ گئے۔ جب آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا چکے تو آپ مقتدیوں کی طرف مڑے تو لوگوں کا ایک انبوہ کثیر اپنے سامنے دیکھا۔ آپؐ مسکرائے اور فرمایا میرا خیال ہے تم نے ابو عبیدہ کی آمد کے متعلق سن لیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا:۔

اَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ ، فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى اَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ ۔ (بخاری کتاب الجہاد)

تمہیں بشارت ہو اور خوشکن خبر کی امید رکھو۔ خدا تعالیٰ کی قسم مجھے تمہارے فقر کا ڈر نہیں۔ اب فقر و احتیاج کے دن گئے۔ مجھے ڈر ہے تو اس بات کا ہے کہ دنیا کے خزائن تمہارے لئے کھول دیئے جائیں گے جس طرح پہلے لوگوں پر کھولے گئے تھے۔ تم دنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے اور اس کی حرص کرنے لگو گے جس طرح تم سے پہلے لوگوں نے حرص کی۔ پس تم کو بھی یہ حرصِ دنیا ہلاک کر دے گی جس طرح کہ اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔

(باقی صفحہ ۶ پر)

آہ! قریشی عبدالرحمٰن مرحوم

آہ وہ شخص کہ تھا پیکرِ اخلاص و وفا
زندگی وقف تھی جس شخص کی خدمت کے لئے
جس نے خدمت کو سدا فضلِ الٰہی جانا
جو کمربستہ رہا دین کی نصرت کے لئے
جس کا کردار مثالی تھا عمل پُر اخلاص
خدمتِ خلق کی ہر ایک ضرورت کے لئے
یہ حقیقت ہے کہ اُس کا یہ وجودِ خاکی
ایک آئینۂ شفاف تھا ملت کے لئے
منعکس جس میں خدوخالِ قناعت تھے تمام
سادگی جس کی نمونہ تھی امارت کے لئے
نقدِ دل پیش کیا جان بھی قربان کر دی
مل گیا خاک میں وہ دین کی عظمت کے لئے
اس کے اشعار سے ملتا تھا اخوت کا پیام
وقف تھا اُس کا قلم مہر و محبت کے لئے
پیکرِ جذبۂ قربانی و ایثار تھا وہ
سوچتا کرتا تھا احباب کی راحت کے لئے
ایسے احباب کا مرنا بھی قیامت ہے سلیم
دل بھی تیار نہ تھا صدمۂ فرقت کے لئے
کیا بگاڑا تھا بھلا اُس نے کسی کا ہمدم
وہ تو تیار تھا ہر شخص کی خدمت کے لئے
مرنے والا تو گیا اُس کا اثر باقی ہے
اُسکی خدمت کی ضیا مثلِ قمر باقی ہے

سلیم شاہجہانپوری از کراچی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا ہونے والا

سب سے کارگر ہتھیار - دُعا

دشمنوں کے خلاف آنحضورؐ کی بعض خاص دعائیں

مکرم عبدالسمیع خان صاحب - ربوہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غالب آنے کے لیے جو ہتھیار اپنے رب کی طرف سے عطا کیے گئے ان میں سے سب سے قوی اور عظیم ہتھیار دعا کا ہتھیار تھا۔ انہی دعاؤں کے ذریعہ آپؐ نے دنیا کے دل بدلے۔ ہر مخالف کو مغلوب کیا اور ایک ایسا انقلاب عظیم برپا کیا جس کی نظیر اس خاکدانِ عالم پر نہیں ملتی۔

آپؐ نے اپنوں کے لیے بھی دعائیں کیں اور غیروں کے لیے بھی۔ دوستوں کے لیے بھی دعائیں کیں۔ اور دشمنوں کے لیے بھی۔ ظالموں کے لیے بھی دعائیں کیں اور مظلوموں کے لیے بھی۔ اور ان دعاؤں کو انتہا تک پہنچا دیا۔ لیکن بعض لوگ ایسے بھی تھے جو ظلم و سفاکی میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ انہوں نے ضمیرِ انسانی کا گلا گھونٹ دیا۔ مذہبی [illegible] اور معصوم انسانوں کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ انہوں نے ہدایت کے سارے دروازے اپنے اوپر بند کر لیے اور ہزاروں انسانوں کو ہدایت سے روکنے کا موجب بن گئے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے ان کے لیے بددعا کی چنانچہ ان ظالموں کی ہلاکت دوسروں کے لیے عبرت کا نشان بن گئی اور ہدایت کے دروازے ان پر کھل گئے۔ تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور زندگی میں سے خدائی حکم کی تعمیل میں گزرنے والے ان چند لمحوں کو چھوڑ کر آنحضورؐ کی ساری زندگی رحمتِ مجسم تھی عمومی طور پر آپؐ کی رحمت کا پہلو ہی بہت نمایاں اور غالب دکھائی دیتا ہے

اب میں اس کی چند مثالیں بیان کرتا ہوں۔

مکہ میں حضرت اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو بے انتہا دکھوں کا نشانہ بنایا گیا۔ کونسا ظلم تھا جو نہ توڑا گیا۔ کونسا درد تھا جس کی چکی سے آپؐ جبراً نہ گزارے گئے۔ کونسی تکلیف تھی جو روا نہ رکھی گئی ہو۔ لیکن آپؐ کامل صبر کے ساتھ دعاؤں میں لگے رہے۔ اور ان کے لیے اپنے رب سے ہدایت طلب کرتے رہے۔ مگر ائمۃ التکفیر کے لیے ہدایت مقدر نہ تھی۔ وہ وحشت و بربریت میں بڑھتے چلے گئے حتیٰ کہ وہ وقت آن پہنچا کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے خلاف بددعا کی اجازت دی گئی اور آپؐ نے نام لے لے کر ان سے نجات پانے کے لیے بددعا کی۔

چنانچہ صحیح بخاری میں اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے اور چند رؤسائے مکہ آپؐ کے گرد کھڑے تھے۔ ابوجہل ان لوگوں کے ساتھ مل کر حضورؐ کو کوئی نئی اذیت پہنچانے کے لیے مشورہ کرنے لگا چنانچہ طے پایا کہ مکہ کے باہر جو اونٹنی ذبح کی گئی تھی اس کی اوجھڑی لائی جائے اور حضورؐ پر ڈال دی جائے۔ عقبہ بن ابی معیط کو اس کام کے لیے منتخب کیا گیا۔ چنانچہ وہ اوجھڑی لے کر واپس آیا۔ اور جب حضورؐ سجدہ میں گئے تو ان ظالموں نے وہ اوجھڑی حضورؐ کی پشت مبارک پر رکھ دی اس کے بوجھ کی وجہ سے حضورؐ سجدہ سے سر نہ اٹھا سکتے تھے اور کافی دیر تک اسی تکلیف میں مبتلا رہے۔ اتنی دیر میں حضرت فاطمہؓ کو اس کی اطلاع ملی وہ دوڑی ہوئی آئیں بڑی مشکل سے اوجھڑی حضورؐ کی پشت سے ہٹائی اس وقت بے اختیار ان کی زبان سے ان ظالموں کے لیے بددعائیں نکل رہی تھیں۔

یہ وہ ظلم کی انتہا تھی جو جان لیوا تھی۔ اور عبادتِ الٰہی میں روک اور تکلیف کا موجب تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپؐ نے ان رؤسائے قریش کے خلاف بددعا کی۔ آپؐ نے عرض کیا۔

اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ الْمَلَاُ مِنْ قُرَیْشٍ اَبَا جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ وَعُتْبَۃَ بْنِ رَبِیْعَۃَ وَشَیْبَۃَ بْنِ رَبِیْعَۃَ وَاُمَیَّۃَ بْنِ خَلَفٍ وَالْوَلِیْدَ بْنِ عُتْبَۃَ وَاُبَیَّ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَۃَ بْنِ اَبِیْ مُعَیْطٍ۔

(بخاری کتاب الجہاد باب الدعاء علی المشرکین و کتاب الانبیاء باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکۃ)

یعنی اے اللہ قریش کے ان سرداروں پر گرفت فرما۔ اور پھر آپؐ نے ان کے نام لیے جو یہ تھے ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ۔ امیہ بن خلف، ولید بن عتبہ ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے تین دفعہ یہ الفاظ فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ۔
اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ۔
اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ۔

اور پھر نام لیے۔ یعنی اے اللہ قریش کے ان رؤسا کو ہلاک کر، ہلاک کر، ہلاک کر

دردِ دل سے نکلی ہوئی یہ آہ بدر کے دن قبولیت کا پھل لے کر آئی اور تمام جہان کے لیے عبرت کا نشان بن گئی۔ چنانچہ بدر کی جنگ میں قریش مکہ پر جو عظیم قیامت ٹوٹی اس نے مکہ کے گھر گھر میں ماتم برپا کر دیا قریش کے مقتولین میں یہ لوگ بھی شامل تھے جن کو نام بنام حضورؐ نے اللہ کی عدالت میں سزا کے لیے پیش کیا تھا اور اللہ نے آپؐ کو اس کی قبولیت کی بشارت بھی دی تھی۔

جب آپؐ نے بدر کے میدان میں لشکر کفار کو دیکھا تو صحابہؓ سے فرمایا کہ آج مکہ نے اپنے جگر گوشے تمہارے سامنے نکال کر پھینک دیئے ہیں: (سیرۃ ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۲۶۹)

پھر آپ دعا کے لیے اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ بڑے درد و الحاح سے دعا کی دعا کے بعد آپؐ خیمہ سے باہر آئے۔ میدانِ جنگ کا معائنہ فرمایا۔ مختلف جگہوں پر نشان لگائے اور فرمایا:۔

یہاں پر فلاں کافر سردار مرا پڑا ہوگا۔ اور اس جگہ فلاں کافر سردار کی لاش ہوگی۔ اور اس جگہ فلاں کافر سردار کا جثہ ہوگا۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب غزوۃ بدر)

صحابہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں جس جس کے لیے بددعا کی تھی اور جنگ سے پہلے جس جس جگہ نشان لگائے تھے خدا کی قسم انہی جگہوں پر ان کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور دن چونکہ سخت گرم تھا اس لیے ان کی لاشوں کے حلیے بگڑ گئے تھے۔

(بخاری کتاب المغازی باب دعاء النبی علی کفار قریش)

ایک اور روایت کے مطابق حضورؐ نے جنگ سے پہلے یوں دعا کی کہ

"اے میرے اللہ یہ قریش تکبر اور غرور کے نشہ میں مست آئے ہیں یہ تیری مخالفت کرتے ہیں تیرے رسول کی تکذیب کرتے ہیں۔ اے میرے اللہ اب میری وہ مدد فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اور آج کی صبح ان کی ہلاکت کے سامان فرما"

(سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۷۳)

یہی وہ دردمندانہ دعائیں تھیں جنہوں نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ اور وہ جو سب سے آگے بڑھا ہوا تھا یعنی ابوجہل اس کا انجام سب سے عبرتناک ہوا۔ وہ دو نوعمر لڑکوں حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور اس کی آخری خواہش بھی پوری نہ ہوئی جنگ کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میدانِ جنگ کا جائزہ لے رہے تھے کہ ابوجہل پر نظر پڑی وہ آخری سانس لے رہا تھا۔ انہوں نے پوچھا تیری کوئی آخری خواہش؟ اس نے کہا میری گردن لمبی کر کے کاٹنا۔

حضرت ابن مسعودؓ نے اس کی چھاتی پر پاؤں رکھا اور ڈاڑھی پکڑ کر سر کے پاس سے اس کی گردن کاٹ لی۔ اس طرح اس کی آخری خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۸۸)

تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ دورانِ جنگ آپؐ نے ریت اور کنکر کی ایک مٹھی اٹھائی اور اسے کفار کی طرف پھینکا اور جوش کے ساتھ فرمایا۔

شَاھَتِ الْوُجُوْہُ: دشمنوں کے منہ بگڑ جائیں۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۸۰)

یہ مٹھی بھر ریت اور کنکر ایک تند و تیز آندھی میں ڈھل گئے۔ اور کفار کا غرور خاک میں مل گیا۔ اور مکہ میں صف ماتم بچھ گئی۔ اور گھر گھر سے بین کی آوازیں آنے لگیں۔ کتنی سچائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں کہ

اِتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ۔

(جامع ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی دعوۃ المظلوم)

مظلوم کی بددعا سے بچ۔ کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی روک حائل نہیں ہے۔

ایک ماہ مسلسل بددعا

ایک اور موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قبائل کے خلاف پورا ایک ماہ نماز میں رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد مسلسل بددعا کی۔

یہ واقعہ بئر معونہ کے نام سے مشہور ہے جنگِ احد کے بعد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے جو منصوبے بنائے گئے ان میں یہ واقعہ زبردست اہمیت رکھتا ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ قبائل رعل اور ذکوان وغیرہ (جو مشہور قبیلہ بنی سلیم کی شاخ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تھے) کے چند لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کا اظہار کر کے درخواست کی کہ ہماری قوم میں سے جو لوگ اسلام کے دشمن ہیں ان کے خلاف ہماری امداد کے لیے چند آدمی روانہ کیے جائیں۔ مُراد غالباً یہ تھی کہ ہمیں دین سکھائیں اور ہمیں منظم کریں۔

آنحضرت نے صفر ۴ ہجری میں منذر بن عمروؓ انصاری کی امارت میں صحابہؓ کی ایک پارٹی روانہ فرمائی یہ لوگ عموماً انصار تھے اور تعداد میں ستّر تھے اور قریباً سارے کے سارے قاری یعنی قرآن خواں تھے۔ یہ لوگ دن کے وقت جنگل کی لکڑیاں جمع کر کے ان کی قیمت پر گزارا کرتے اور رات کا بہت سا حصہ عبادت میں گزارتے تھے۔ جب یہ لوگ اس مقام پر پہنچے جو ایک کنوئیں کی وجہ سے بئرِ معونہ کے نام سے مشہور تھا تو ظالموں نے دھوکے سے اس قلیل اور بے بس جماعت پر حملہ کر دیا مسلمانوں نے جب ان وحشی درندوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو انہیں بتایا کہ ہم ہرگز تم سے لڑنے کے لیے نہیں آئے مگر انہوں نے ایک نہ سُنی اور ایک ایک کر کے ظالمانہ طور پر سب کو شہید کر دیا۔

حفاظ قرآن، نمازی اور تہجد گزار، مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر اللہ کا نام لینے والے اور پھر غریب مفلس جنکو ان ظالموں نے دین سیکھنے کے بہانے اپنے علاقہ میں بلایا اور جب مہمان کی حیثیت سے ان کے وطن میں پہنچے تو ان کو نہایت بے رحمی کے ساتھ تہہ تیغ کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان معصوم لوگوں پر ظلم و ستم کا انتہائی دکھ پہنچا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کے آنے کی تاریخ سے برابر تیس دن تک ہر روز صبح کی نماز کے قیام میں یا رکوع کے بعد کھڑے ہو کر نہایت گریہ وزاری کے ساتھ قبائل رعل، ذکوان، عصیہ اور بنو لحیان کا نام لے لے کر بددعا کی۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع)

اس قسم کا واقعہ غالباً حضورؐ کی زندگی کا منفرد واقعہ ہے۔ ان بے گناہ صحابہؓ کی المناک شہادت پر آپؐ کا دل اس درد سے تڑپا ہے کہ بے اختیار دردناک دعاؤں میں تبدیل ہوتا چلا گیا۔ یہ درد اپنے لیے نہیں تھا ان مبلغین کے لیے تھا جو سب کچھ قربان کر کے آپؐ کے در پر دھونی رما کر بیٹھ گئے تھے۔ تبلیغ حق کو روکنے کی یہ کوشش اللہ کے غضب کو بھڑکاتی چلی گئی۔

جنگِ احزاب میں آنحضرتؐ کی بددُعا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کا تیسرا تاریخی واقعہ جنگِ احزاب سے تعلق رکھتا ہے سارا عرب متحدہ قوت کے ساتھ مدینہ پر پل پڑا۔ محاصرہ کی کیفیت طول پکڑ گئی۔ صحابہ مسلمان خندق کی حفاظت کے لیے دیوانہ وار دوڑتے پھر رہے تھے۔ ایک دن محاصرین نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ ایک ہی وقت میں مختلف دستوں میں تقسیم ہو کر مختلف موقعوں پر زور ڈال دیتے اور پھر ایک جگہ سے ہٹ کر یکلخت دوسری جگہ پر جا کودتے۔ اور بالآخر اپنی طاقت کو جمع کر کے کمزور ترین مقام پر حملہ آور ہو جاتے اور خندق کو عبور کرنے کی کوشش کرتے یہ حالت سارا دن جاری رہی۔ مسلمانوں کی قوت بہت قلیل تھی۔ اس لیے سارا دن مسلسل طور پر مصروف رہنا پڑا۔ اس دن کے مقابلہ کی سختی اور مسلسل مصروفیت کی وجہ سے مسلمان اپنی نمازیں بھی ادا نہ کر سکے۔ چنانچہ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا اور دشمن کا بیشتر حصہ آرام کرنے کے لیے اپنے کیمپ کی طرف لوٹ گیا۔ اس وقت صحابہؓ نے جمع ہو کر حضورؐ کی اقتدا میں سارے دن کی نمازیں پڑھیں۔ اس وقت حضورؐ نے کفار پر لعنت بھیجتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے ہمیں نمازوں سے روکا ہے اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں اور قبروں کو جہنم کی آگ سے بھر دے حضورؐ کے الفاظ یہ ہیں۔

مَلَأَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ
وَ قُبُوْرَهُمْ نَارًا

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق)

بعض روایات میں صرف عصر اور بعض میں ظہر و عصر کے بے وقت ہو جانے کا ذکر ہے لیکن یہ بات بالبداہت ثابت ہوتی ہے کہ عبادت پر حملہ حضورؐ کسی صورت برداشت نہ کر سکتے تھے۔ آپؐ نے کفار کے خلاف اس لیے بددعا نہیں کی کہ وہ آپ کو قبول نہیں کرتے یا جنگ کرتے ہیں بلکہ صرف اس لیے کہ

شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى

انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ کی بروقت ادائیگی سے محروم کیا ہے۔

انہی تکلیف دہ ایام میں آپؐ نے یہ بددعا بھی کی ہے۔

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتٰبِ سَرِيْعَ
الْحِسَابِ اِهْزِمِ الْاَحْزَابَ
اللّٰهُمَّ اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا
عَلَيْهِمْ وَزَلْزِلْهُمْ

(مسند احمد)

یعنی اے اللہ جس نے مجھ پر قرآن نازل کیا ہے جو بہت جلدی اپنے بندوں سے حساب لے سکتا ہے۔ یہ گروہ جو جمع ہو کر آئے ہیں انکو شکست دے اے اللہ ان کو ناکام و نامراد کر۔ اور ہمیں ان پر غلبہ دے۔ اے اللہ ان کو اچھی طرح ہلا دے۔

یہ دعا اس طرح بھی آئی ہے۔

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتٰبِ مُجْرِيَ
السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ
اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ

(بخاری کتاب الجہاد باب لا تمنوا لقاء العدو)

یعنی اے اللہ جس نے قرآن نازل کیا ہے اے وہ ذات جو بادلوں کو چلاتی ہے اے وہ وجود جو لشکروں کو شکست دیتا ہے تو کفار کے اس لشکر کو بھی زیر و زبر کر دے اور ہمیں ان پر فتح و نصرت عطا کر۔

چنانچہ انہی دعاؤں کے نتیجہ میں وہ آندھی اُٹھی جو نمونۂ قیامت بن کر آئی اور کفار کے لشکر میں کھلبلی مچا دی آگ کے الاؤ بجھ گئے جو ان کے نزدیک نحوست کی علامت تھے اور مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت نمائی کا ایک اور نمونہ دیکھا۔

شدید ظالموں کے خلاف دعا

وہ کفار جو ظلم کی حد کر دیتے تھے ان کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی حضرت سلمہ بن ہشامؓ حضرت ولید بن ولیدؓ حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ ایمان لے آئے۔ تو قریش نے انہیں ہجرت کر کے مدینہ جانے کی اجازت نہ دی اور قید کر دیا۔ یہ غالباً صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ حضورؐ نے ان مظلوموں کے حق میں دعا کی اور ظالموں کے خلاف بددعا کی۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:۔

اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ
اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ
اَللّٰهُمَّ اَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ
رَبِيْعَةَ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ
الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ
وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ
سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ

(صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ)

یعنی اے اللہ سلمہ بن ہشام، ولید بن ولید اور عیاش بن ابی ربیعہ کو کفار کی قید سے نجات عطا فرما اے اللہ بے بس مسلمانوں کو نجات دے۔ اے اللہ تو مضر قبیلہ پر سخت گرفت کر اے اللہ تو ان پر ویسا ہی قحط نازل کر جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں قحط پڑا تھا۔

یہ بددعا آپؐ نے کئی روز نمازِ عشاء کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد کھڑے ہو کر کی۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات۔ باب الدعاء علی المشرکین)

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بددعا آپؐ نے مختلف مواقع پر کی۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں کفار قریش شدید قحط اور بدحالی کا شکار ہو گئے حتیٰ کہ مردار اور ہڈیاں کھانے کی نوبت آ گئی۔ اور لوگ فاقوں سے مرنے لگے تب ابوسفیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ

اے محمدؐ تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ خدا سے دعا کرو کہ اسے بچا لے اس پر اس رحمتِ مجسم نے فوراً اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا لیے اور خدا نے محمدؐ کی سُن لی۔ اور قریش کو اس مصیبت سے نجات دی

(صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ الدخان)

یہ تھا آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ۔ کہ جانی دشمنوں پر بھی اللہ کی غضب ناک تقدیر کے نتیجہ میں جب مصیبت نازل ہوئی۔ تو اس پر بھی آپؐ کا دل تڑپ اٹھا۔ اور دعا کے لیے بے قرار ہو گئے

پس وہ کیسے بدبخت لوگ تھے جنہوں نے اس محبت کے پیکر کو بددعا کرنے پر مجبور کر دیا۔

جنگِ اُحد کا واقعہ

انہی واقعات میں سے ایک واقعہ احد کا بھی ہے۔ جب آپؐ کو شہید کر دینے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ آپؐ کے دندانِ مبارک بھی شہید ہوئے اس موقعہ پر آپؐ نے فرمایا:۔

اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ
فَعَلُوْا بِنَبِيِّهٖ۔

(بخاری کتاب المغازی باب ما اصاب النبی من الجراح یوم احد)

یعنی اس قوم پر اللہ کا غضب بھڑکے جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اور آپؐ اپنے دانتوں کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

اسی موقعہ پر آپؐ نے بعض کا نام لے کر بھی ان پر لعنت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورؐ فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد کھڑے ہو کر خدا سے عرض کرتے

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّ فُلَانًا وَّ فُلَانًا

اے اللہ فلاں فلاں پر لعنت کر۔

(بخاری کتاب المغازی باب لیس لک من الامر شیء)

پس بہت ہی بدقسمت تھے وہ لوگ جن پر رسولِ خدا نے لعنت کی ہو اور ان کے خلاف بددعا کی ہو۔ یہ بات مدِ نظر رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے۔ آپؐ محبت اور رحمت اور شفقت کا عظیم ترین پیکر تھے۔ آپؐ کی دعائیں تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہیں لیکن نوع انسانی ہی کے مفاد میں وہ بددعائیں بھی ہیں جو آپؐ نے گہری تاریکی اور بے بسی اور بنیادی مذہبی اور انسانی حقوق سے محرومی پر ظالموں کے لیے کیں مگر پیار کا چشمہ کبھی سست نہیں پڑا۔ یہ بددعائیں اذن الٰہی سے تھیں ورنہ ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے آپؐ سے کسی پر بددعا کرنے کی درخواست کی تو سخت ناراض ہو کر فرمایا "میں دنیا میں لعنت کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں"

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

لیکن جب اللہ کی طرف سے حکم ہوا تو آپؐ نے بددعا بھی کی۔ فرماتے ہیں

اَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ
اَلْعَنَ قُرَيْشًا مَرَّتَيْنِ
فَلَعَنْتُهُمْ

(مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۸۷)

میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ میں قریش پر دو دفعہ لعنت کروں سو میں نے لعنت کی۔

(باقی صفحہ ۵ پر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایمان باللہ اور استقامت

قمر النساء شمسہ بنت مولانا عبد المنان شاہد کراچی

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ (اللہ تعالیٰ ان پر سلامتی اور رحمت نازل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"ایمان سلامت لے جانا بہت بڑا معاملہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب انسان اس واسطے روتا ہے کہ مجھ کو باایمان اللہ تعالیٰ دنیا سے لے جائے تو خدا تعالیٰ اس کے اوپر دوزخ کی آگ حرام کرتا ہے اور بہشت اُن کو ملے گا جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایمان کے لئے روتے ہیں۔" (ملفوظات)

حضرت اقدس کے اس مبارک فرمان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کو عسر و یسر تنگی و آسائش غرضیکہ ہر وقت میں اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور اس کے ساتھ کامل وفاداری ہونی چاہیئے۔ دراصل ایمان تین باتوں سے مکمل ہوتا ہے۔ یعنی ایمان کی تین شرائط ہیں

اوّل:۔ زبان سے اقرار کرنا۔

دوم:۔ دل سے تصدیق کرنا۔

سوم:۔ ایمان کے مطابق اعمال صالحہ بجا لانا۔

ان تینوں باتوں سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ دین اور نیکی کی اصل جڑ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان ہے۔ جس قدر انسان کا ایمان زیادہ ہوگا۔ اسی قدر ہی وہ اعمال صالحہ کامل طور پر بجا لا سکے گا اور جس قدر اس کا ایمان کمزور ہوگا اسی قدر اس کا دینی عمل بھی ناقص ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی ایمان کا ذکر فرمایا ہے اس کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی شرط لگائی ہے اور فرمایا ہے:۔

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔

یعنی ایمان کی مثال ایک باغ کی سی ہے۔ اور اعمال صالحہ کی مثال باغ کو پانی دینے کے مشابہ ہے جب تک باغ کو پانی سے سیراب نہ کیا جائے گا۔ باغ سرسبز اور شاداب نہیں رہ سکے گا اور بغیر پانی کے وہ خشک ہو کر برباد ہو جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ بھی ضروری ہیں۔ اعمال صالحہ کے بغیر ایمان خشک ہو کر رہ جاتا ہے۔ جو انسان کو دین اور دنیا میں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔

ایمانِ کامل کی آزمائش

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم کو مختلف مصائب اور تکالیف میں سے گذار کر تمہارے ایمان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔ یعنی ضرور کی جائے گی۔ مخالفین کی طرف سے مومنوں کو مختلف قسم کی جسمانی ذہنی تکالیف دے کر ان کے ایمان کو آزمایا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کس قدر اپنے ایمان میں پکے اور سچے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو ان کے ایمان کی وجہ سے دشمنوں نے وہ دکھ اور تکالیف دی ہیں کہ جس کے تصور سے آج بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ غریب صحابہؓ کو سخت گرمی میں زرہ اور خود پہنا کر شدید دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا تھا اور تپتی ریت پر لٹا کر ان کے سینوں پر گرم گرم پتھر رکھ دیئے جاتے تھے اور اس وقت ان کو کہا جاتا تھا کہ اگر تم ان تکالیف اور دکھوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو کہو کہ اللہ کوئی نہیں ہے۔ اللہ اور محمدؐ کی رسالت کا انکار کر دو۔ مگر صحابہ کرامؓ ایمان کے ایسے سچے اور پکے تھے کہ وہ یہ سب دکھ برداشت کرتے تھے مگر ایمان کو ضائع نہ جانے دیتے تھے۔ ایمان کی خاطر انہوں نے جان مال عزت اولاد کی بازی لگا دی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا بائیکاٹ کر کے ان کا کھانا پینا بند کیا گیا۔ اور ان کو وطن سے بے وطن کیا گیا۔ ان کو جنگوں سے دوچار کیا گیا۔ مگر وہ ایمان کی سلامتی کا بے مثال نمونہ دنیا میں قائم کر گئے۔ حضور اقدس اپنی ایک عربی نظم میں جس کا اُردو ترجمہ یہ ہے فرماتے ہیں۔

"وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے بڑھنے کے ساتھ اپنی جنگوں میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور شیدائی عاشقوں کی مانند بے خطر میدان جنگ میں کود پڑے پس ان بہادر مردوں کا خون! ان کی محبت میں صدق و صفا کی وجہ سے تلواروں کے نیچے قربانیوں کی طرح بہایا گیا۔"

(القصیدہ)

حدیث شریف میں آتا ہے جب کوئی صحابیؓ ایمان کی خاطر شہید کر دیا جاتا تو وہ نعرہ مارتا تھا۔

"فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ"

کہ مجھے کعبہ کے رب کی قسم میں اپنی جان دے کر اپنے ایمان کے لحاظ سے اور اپنی زندگی کا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ کیونکہ میں نے خدا کی خاطر اس کی راہ میں اپنی جان قربان کر دی ہے

ایمان میں استقامت کے سلسلہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"کیا صحابہ کرامؓ مفت میں اس درجہ تک پہنچ گئے جو ان کو حاصل ہوا۔ دنیاوی خطابوں کو حاصل کرنے کے لئے کس قدر اخراجات اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تب کہیں جا کر ایک معمولی خطاب جس سے دلی اطمینان اور سکینت حاصل نہیں ہو سکتی ملتا ہے پھر خیال کرو کہ رضی اللہ عنہم کا خطاب جو دل کو تسلی اور قلب کو اطمینان اور مولا کریم کی رضامندی کا نشان ہے کیا یونہی آسانی سے مل گیا!

بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں۔ خدا ٹھگا نہیں جا سکتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے تکلیف کی پرواہ نہ کریں۔ کیونکہ ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی اس عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے۔"

(ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۷۵)

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی اللہ تعالیٰ ان پر سلامتی نازل فرمائے اپنے سلسلہ کی شرائط بیعت میں سے پانچویں شرط یہ لکھتے ہیں "کہ ہر حال رنج و راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور ہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین۔

میں اپنے اس مختصر سے مضمون کے آخر پر پیارے آقا سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کے دوسرے مظہر (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) کے ایک منظوم کلام میں سے چند اشعار درج کرتی ہوں فرماتے ہیں:۔

ہو فضل تیرا یارب یا کوئی ابتلا ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو
مٹ جاؤں میں تو اس کی پرواہ نہیں ہے کچھ بھی
میری فنا سے حاصل گر دین کو بقا ہو
محمود عمر میری کٹ جائے کاش یونہی
ہو روح میری سجدہ میں سامنے خدا ہو
شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفیٰؐ ہو

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(بقیہ صفحہ ۴)

گویا کہ آنحضرتؐ کی بددعا کا فعل بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم اور رضا کے تابع تھا جس طرح آنحضورؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک ثانیہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور احکام باری کی اطاعت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا" لیکن آپؐ کی رحمت کا پہلو آپؐ کے خدا کی طرح آپؐ کے غضب پر ہمیشہ غالب رہا۔ اور غضب کے چند قطروں کو رحمت کے اس سمندر سے کوئی بھی نسبت نہیں جس پر مزید موسلا دھار بارش آسمان سے پڑ رہی ہو۔ اور زمین سے بے شمار دریاؤں کے دھارے اس میں داخل ہو رہے ہوں۔

لیکن اعتدال اور توازن آپؐ کی زندگی کا ایک خاص پہلو ہے۔ آپؐ کی پیش کردہ تعلیم کسی پہلو کی طرف جھکی ہوئی نہیں بلکہ عین فطرتِ انسانی اور قانونِ قدرت اور صفاتِ الٰہیہ کے مطابق ہے بہت ہی عظیم ہے اس کائنات کا خدا اور انسانوں میں سب سے اعلیٰ و برتر ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(اللّٰھم صلی علیٰ محمد و بارک وسلم انک حمید مجید)

درخواست دعا

میرے والد محترم چوہدری عبد الباری صاحب سابق امیر ضلع رحیم یار خان کی صحت کافی عرصہ سے خراب چلی آ رہی ہے۔ احباب کرام سے ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(عبد الماجد۔ رحیم یار خان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بچوں کی تربیت اور حسنِ سلوک

(از) مکرم محمد احمد شمس صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ

جس طرح رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حسن سلوک سے بڑوں نے حصہ لیا اسی طرح چھوٹوں نے بھی حصہ لیا۔ حدیث شریف میں آپؐ نے چھوٹے بچوں پر رحم کرنے اور بڑوں کا حق پہچاننے کی خاص تلقین فرمائی ہے۔

بچوں سے حضورؐ اس قدر محبت کرتے تھے کہ بعض اوقات حضرت امام حسینؓ سجدے کے وقت آپؐ کی پیٹھ پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور آپؐ اس وقت تک سر نہ اٹھاتے تھے۔ جب تک حضرت امام حسینؓ خود نہ اتر جاتے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے تو بنی ہاشم کے بچوں نے آپؐ کا استقبال کیا آپؐ نے بڑی محبت سے انہیں اپنی اونٹنی پر آگے بٹھالیا۔ اسی طرح حضورؐ کی یہ عادت تھی کہ ہر نیا میوہ جو حضورؐ کی خدمت میں پیش ہوتا وہ سب سے پہلے حضورؐ اس کو دیتے جو حاضرین میں سب سے چھوٹا ہوتا ایسے ہی ایک موقعہ پر حضورؐ بچوں سے پیار کر رہے تھے۔ ایک بدوی آیا اور کہنے لگا آپؐ بچوں کو پیار کرتے ہیں؟ میرے دس بچے ہیں مگر آج تک میں نے کبھی کسی سے پیار نہیں کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اگر اللہ تعالےٰ تمہارے دل سے محبت چھین لے تو میں کیا کروں۔

ایک روایت میں اُمّ قیسؓ بنت محصن کہتی ہیں وہ ایک دفعہ اپنے بیٹے کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے بچے کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور اس بچہ نے حضورؐ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ آپؐ ناراض نہیں ہوئے بلکہ پانی منگوا کر اس جگہ پر بہا دیا جہاں اس نے پیشاب کیا تھا۔

ایک روز حضرت خالد بن سعیدؓ حضورؐ سے ملنے آئے ان کی بچی بھی جو سرخ رنگ کا کرتہ پہنے تھی ان کے ہمراہ تھی اُسے دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا کرتہ بہت اچھا ہے۔ پھر وہ حضورؐ سے کھیلنے لگی تو خالدؓ نے اسے ڈانٹا مگر حضورؐ نے انہیں منع کر دیا اور وہ حضورؐ سے کھیلتی رہی۔

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت ان کے پاس آئی جس کے ساتھ دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں تھیں اس وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا صرف ایک کھجور پڑی تھی۔ آپ نے وہی اٹھا کر اس عورت کو دے دی۔ عورت نے اس کھجور کے دو حصے کئے اور بچوں میں بانٹ دیئے جب حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ حضورؐ سے بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا جس کو اللہ تعالےٰ اولاد کی محبت میں ڈالے اور وہ اس کا حق ادا کرے وہ دوزخ سے بچ جائے گا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں داخل ہوئے تو انصار کی بچیاں خوشی سے گھروں سے نکل کر گیت گانے لگیں۔ حضورؐ نے ان لڑکیوں سے پوچھا لڑکیو! تم مجھ سے پیار کرتی ہو سب نے کہا ہاں۔ تو حضورؐ نے فرمایا میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کی زندگی میں بھی بچوں سے محبت کے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدنا محمود جبکہ ان کی عمر چار برس کی تھی بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور اسی اثناء میں انہوں نے حضرت اقدس کے ایک نہایت ضروری مسودے کو جلا دیا۔ حضرت اقدس مضمون لکھ رہے تھے جب اس کی ضرورت پڑی تو مضمون کی تلاش ہوئی سب فکرمند تھے کہ اب کیا ہوگا لیکن جب حضرت اقدس کو معلوم ہوا کہ مسودہ جل چکا ہے تو آپ نے مسکرا کر فرمایا "خوب ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہوگی اور اب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے"۔ گویا اتنے بڑے نقصان پر کوئی غصے کا اظہار نہ کیا نہ جھنجھلائے بلکہ اس کا بہتر پہلو تلاش کر کے اللہ کی رضا پر راضی رہے۔ اسی طرح آپ بچوں کو مارنے کے سخت مخالف تھے۔

ایک دفعہ ایک استاد نے ایک بچے کو کچھ سزا دی تو حضرت اقدس نے سختی سے فرمایا کہ اگر پھر ایسا ہوا تو ہم اس استاد کو مدرسہ سے الگ کر دیں گے حالانکہ وہ استاد بڑا مخلص تھا اور آپ کو بھی اس سے محبت تھی۔

تربیت اولاد کے بارے میں حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ:-

"ہم نے تو اپنی اولاد وغیرہ کا پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ یہ سب خدا تعالےٰ کا مال ہے اور ہمارا اس میں کوئی تعلق نہیں اور ہم بھی اللہ تعالےٰ کا مال ہیں جنہوں نے پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوتا ہے ان کو غم نہیں ہوا کرتا۔" (الحکم ۲۴ر ستمبر ۱۹۰۷ء)

حضرت اقدس اگرچہ بچوں سے انتہائی شفقت کا سلوک فرماتے تھے مگر اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کے شعائر کے احترام کا مسئلہ آجاتا تو آپ۔ ناداب رحم سے بھی اجتناب فرماتے تھے اور ساتھ ساتھ تربیت کے مواقع پر نگاہ رکھتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب سے بچپن میں قرآن شریف کی کوئی بے حرمتی ہو گئی اس پر حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور آپ نے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کو طمانچہ مارا گویا بچپن سے ہی آپ قرآن کریم کا احترام دلوں میں راسخ فرما رہے تھے۔ اخلاق کے قیام کے ضمن میں ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ بچپن کے زمانے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنے ساتھ والے لڑکے سے کہا دیکھو وہ نظام دین کا مکان ہے۔ اس پر حضرت اقدس نے نصیحت فرمائی اور ٹوک دیا اور فرمایا میاں آخر وہ تمہارا چچا ہے اس طرح نام نہیں لیا کرتے۔ حالانکہ مرزا نظام دین صاحب وہ شخص تھے جنہوں نے ساری عمر حضرت اقدس کو شدید تکالیف پہنچانے کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ مگر جب ادب کا سوال آیا تو اس میں حضرت اقدس نے دوست دشمن کی تمیز روا نہ رکھی اور ظاہری ادب کے قیام کا حکم فرمایا۔

یہ چند واقعات اس خیال سے بیان کئے گئے ہیں کہ احباب جماعت ان کی اتباع اپنا معمول بنالیں۔ اولاد سے محبت اور شفقت کو اپنا شعار بنائیں اور کبھی بھی ان کی تربیت سے غافل نہ ہوں اور اس ضمن میں اپنے عمل کے علاوہ سب سے اہم چیز اولاد کے لئے دعا کرنا اپنی عادت بنالیں تاکہ ہم سب اپنے سے بہتر نسل دنیا میں چھوڑ کر جائیں۔

(بقیہ اداریہ صفحہ ۲)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ دنیا کی حرص انتہائی خطرناک بیماری ہے جو انسان کو دین اور روحانیت سے محروم کر کے اور اسے اس لحاظ سے یکسر مفلس بنا کر راندۂ درگاہ کر چھوڑتی ہے۔ یہ ایک ایسا سراب ہے جو ہلاکت کی نوبت لائے بغیر نہیں رہتا۔ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے دنیا کو اسی حال میں پایا یعنی ہر قوم کے لوگ دنیا کی حرص اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی مکروہات میں بُری طرح مبتلا تھے۔ اور راستی سے بالکل بے بہرہ ہو گئے تھے۔ اسی لئے آپ نے انہیں نہایت پُرزور اور پُردرد الفاظ میں دنیا اور اس کی مکروہات سے بچنے کی بار بار تلقین فرمائی۔ ہم اس تعلق میں آپ کا ایک نہایت ہی پُراثر ارشاد پیش کر کے اپنی ان معروضات کو ختم کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

"(ترجمہ از عربی) تم کو دنیا کی تازگی اور سرسبزی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی اس دنیا کی چمک اور زینت۔ کیونکہ یہ ایک سراب ہے جس کا انجام ہلاکت ہے۔ اس کی شیرینی فی الاصل کڑواہٹ اور اس کا نفع اصل میں نقصان ہے۔ اس کے مراتب میں ترقی کرنے والے نشانہ کی جگہ کے مانند ہیں جہاں نیزے آکر پڑتے ہیں اور اس دنیا کی شوکت میں رغبت رکھنے والے کانٹوں سے مجروح ہونے والوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ جو اس کے مال پر جھکتا ہے۔ وہ نیکیوں کے دفینوں سے دور رہتا ہے اور جو اس کے سرداروں میں داخل ہوتا ہے وہ صراط مستقیم سے نکل جاتا ہے۔ اور اس کا نور ظلمت ہے اور اس کی مدد ظلم ہے۔ پس اس کی طرف سارے کے سارے نہ جھک جاؤ۔ کیونکہ اس میں تیرنے والا ڈوبتا ہے اور یہ سیلاب سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اور اس کا قصد اس طرح سے نہ کرو کہ دین سے فارغ ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس کو دین کے راستہ میں خادم کے طور پر سمجھو نہ یہ کہ اس کو دوست بناؤ۔ اور یہ حرص نہ کرو کہ تم تمام لوگوں سے امیر بن جاؤ کشادہ ہاتھ اور متمول۔ اور دین میں اپنا حصہ نہ بھول جاؤ کیونکہ اس صورت میں تمہیں ایک ذرہ شعاع کا عطا نہ کیا جائے گا۔ (یاد رکھو) دنیا تمہارے باپ دادوں کو کھا چکی ہے۔ پس وہ تمہیں اور تمہاری بیویوں اور بیٹوں کو کس طرح چھوڑ دے گی۔"

(مواہب الرحمٰن زیر عنوان التعلیم للجماعۃ ص ۹۷-۹۸)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

برادرم چوہدری نصیر احمد صاحب باجوہ مرحوم کا ذکرِ خیر

(از مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب۔ وکیل المال اوّل)

۱۶ر جون ۱۹۸۴ء کو برادرم چوہدری محمود احمد صاحب باجوہ کے ذریعہ یہ اندوہناک خبر سننے میں آئی کہ میرے مہربان اور محبت کرنے والے دوست برادرم چوہدری نصیر احمد صاحب باجوہ ۱۲ اور ۱۳ر جون ۱۹۸۴ء کی درمیانی شب ہمیں ہمیشہ ہمیش کے لئے داغِ مفارقت دے کر اپنے مولائے حقیقی کو پیارے ہو چکے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

معلوم ہوا کہ مرحوم ۱۲ر جون کی شب اپنے گاؤں چک ۳۰/۱۱۰ ضلع ساہیوال میں اچھے بھلے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ چند منٹوں میں دیکھتے ہی دیکھتے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ مرحوم بعارضہ دل کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ مگر اپنی بیماری پر زیادہ فکرمند نہ تھے۔ ایک ہر امراضِ دل کے زیرِ علاج رہے۔ مگر اپنے فرائض اور مصروفیات کے باعث شائد بعض خاص احتیاطیں زیرِ عمل نہ رہ سکیں۔

برادرم مرحوم باجوہ صاحب بی۔ اے کلاسز میں میرے ہم جماعت رہے۔ مرے کالج سیالکوٹ میں ۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء کا عرصہ ہم نے اکٹھا گزارا۔ اگرچہ مرحوم ہاسٹل میں رہائش پذیر تھے اور بندہ ڈے سکالر تھا۔ مگر بعض احدی ہم جماعت دوستوں کے ساتھ مل کر پڑھنے کے لئے میرا بہت سا وقت ہاسٹل پر گزرا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں بندہ کالج کی ہاکی اور فٹ بال الیون کا ممبر رہا اس لئے ہر شام کالج ہاسٹل سے متصل گراؤنڈ میں حاضری دی جاتی۔ رات کو مطالعہ کرتے اگر دیر ہو جاتی تو بندہ اپنے گھر واقع صدر بازار سیالکوٹ چھاؤنی نہ جا سکتا تو مرحوم نصیر باجوہ صاحب کے کمرے میں پناہ مل جاتی۔ اس طرح ہم دونوں میں بھائیوں کی سی محبت قائم ہو گئی جسے مرحوم بھائی نے آخری وقت تک نبھایا۔ مرحوم قدرے خاموش اور شرمیلی طبیعت کے تھے۔ مگر ان میں لطیف مزاح کا جوہر بھی تھا۔ اسی کے باعث ہمارے ایک ہم جماعت مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب شاد مگر اسے نوک جھونک کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ طالب علمی کے اس زمانہ میں دونوں کی دلچسپ گفتگو کی شیرینی کا احساس ابھی تک دل و دماغ میں قائم ہے۔ افسوس دونوں پیارے دوستوں کو دستِ قضا ہم سے چھین کر لے گئی ہے۔ اس وقت کے ہم جماعت دوستوں میں سے اب بھی کبھی کوئی ملتے ہیں تو اس سنہری دور کی یاد سے دل بھر آتے ہیں۔

آخری ملاقات

ماہ مئی ۱۹۸۴ء میں خاکسار ساہیوال کی طرف بعض جماعتوں میں دورہ کے لئے گیا۔ تو مکرم امیر صاحب ساہیوال نے میرے قیام کا انتظام مکرم رانا مبارک احمد صاحب سیکرٹری تحریک جدید کے ہاں فرمایا۔ اس سے پہلے دورے میں مجھے میرے مرحوم بھائی خود اپنی کوٹھی میں لے گئے جو ابھی زیرِ تعمیر تھی بڑی محبت سے رکھا۔ ہر طرح کے آرام کا خیال رکھا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ۔ مجھے خدشہ تھا کہ میرے مرحوم بھائی کو اس مرتبہ یہ امر ناگوار گزرے گا کہ میں ان کے ہاں کیوں قیام پذیر نہ ہوا۔ چنانچہ ۲۱ر مئی ۱۹۸۴ء بروز بدھ مکرم رانا صاحب کی معیت میں مرحوم بھائی کو ان کی کوٹھی واقع کینال کالونی ملنے گیا۔ بڑی محبت سے ملے۔ تاہم چہرہ پر کچھ شکوے کے آثار تھے۔ اس لئے بندے نے وضاحت کر دی کہ مکرم امیر صاحب نے میرے قیام کا انتظام مکرم رانا صاحب کے ہاں کیا ہے۔ باجوہ صاحب مرحوم جماعتی نظام کا احترام کرنے والے اور قدرت ثانیہ سے والہانہ محبت رکھنے والے تھے اور بوجہ اس کے کہ بندہ ایک خادم سلسلہ ہے۔ وہ مجھ سے پہلے سے بھی زیادہ محبت اور عقیدت سے پیش آتے تھے۔ جدا ہوتے وقت دوستی کے رنگ میں مسکراتے ہوئے کہنے

"حضرت جی مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔"

یہ معلوم کر کے کہ مرحوم کو دل کی تکلیف ہو گئی ہے مجھے بڑا صدمہ ہوا۔ رانا صاحب اور خاکسار نے مشورہ دیا کہ امریکہ جا کر علاج کروائیں مگر مرحوم بھائی ہمارا مشورہ سن کر بس مسکرا دیئے گویا زندگی کی گوناگوں مصروفیتوں میں اتنا وقت کہاں نکالا جا سکتا ہے۔ نئی تعمیر شدہ کوٹھی کا تذکرہ ہوتا رہا ناشتہ کے لئے اصرار کیا مگر رانا صاحب آڑے آ گئے تاہم فوراً اپنے بیٹے شاہد نصیر کے ذریعے اس قدر لذیذ اور ٹھنڈی لسی منگوا کر پلائی کہ طبیعت سیر ہو گئی۔ آہ! کیا خبر تھی کہ اپنے مرحوم بھائی کے ہاتھوں سے ملنے والا یہ آخری مشروب ہو گا اور یہ ملاقات آخری ملاقات ہو گی۔ جس محبت سے بغل گیر ہو کر انہوں نے مجھے رخصت کیا اس کی گہرائی اور اپنائیت کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ میرے مرحوم بھائی کے سب اہل و عیال مجھ سے بڑی محبت و احترام سے پیش آتے ہیں۔ جزاھم اللہ تعالیٰ۔

ان کے بڑے بھائی چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ امیر ضلع ساہیوال بھی اسی قسم کے اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں۔ مرحوم کی بیگم صاحبہ محترم چوہدری غلام قادر صاحب سابق امیر جماعت اوکاڑہ کی صاحبزادی ہیں۔ جس طرح چوہدری صاحب موصوف بڑے دیندار اور عالم فاضل تھے اسی نسبت سے ان کی بیٹی یعنی بیگم چوہدری نصیر احمد صاحب مرحوم نے اپنی اولاد کی تربیت کا حق ادا کر دیا ہے۔ عزیزان شاہد نصیر منیر نصیر، شبیر نصیر اور دو صاحبزادیاں سب ماشاء اللہ دین کے رنگ میں رنگین ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے اور میرے مرحوم بھائی کو جنت الفردوس میں درجات کی بلندی سے نوازے۔

؎ بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

درخواست ہائے دعا

● مکرم ماسٹر محمد اصغر صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ گولیکی ضلع گجرات کافی عرصہ سے ریح کے درد کی وجہ سے بیمار ہیں۔

(وسیم احمد شمس مربی سلسلہ)

● خاکسار کے والد مکرم حاجی عبد السمیع صاحب عرصہ دو ماہ سے بعارضہ دل بیمار ہیں۔

(حاجی عبد الباسط۔ دار الرحمت شرقی)

● میرے والد محترم شیخ سردار محمد صاحب گردے کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔

(محمد اسلم۔ کریم نگر فیصل آباد)

احباب ان سب کے لئے دعا کریں!

بازیافتہ نقدی

عزیزم ملک محمد انور ندیم کو بیت المحمود کے قریب کچھ نقدی ملی ہے جن صاحب کی ہو نشانی بتا کر حاصل کریں۔

(محمد اسحاق۔ کارکن فضل عمر ہسپتال ربوہ)

دعائے مغفرت:

مکرم چوہدری نصیر احمد صاحب باجوہ آف چک ۳۰/۱۱۰ ضلع ساہیوال برادرِ اصغر مکرم و محترم چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع ساہیوال مورخہ ۱۲/۶/۸۴ تقریباً رات دس بجے اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون!

احباب جماعت سے عاجزانہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مرحوم چوہدری صاحب کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

(خاکسار۔ ناصر احمد کاہلوں چک ۳۰/۱۱۷)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

تحریک جدید کے دفتر اوّل کے مجاہدین کو ہمیشہ زندہ رکھا جائے

پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے دفتر اوّل کے بارے میں فرمایا:۔

"میری خواہش ہے کہ یہ دفتر قیامت تک جاری رہے اور جو لوگ ایک دفعہ اسلام کی ایک مثالی خدمت کر چکے ہیں ان کا نام قیامت تک نہ مٹنے پائے اور ان کی اولادیں ہمیشہ ان کی طرف سے چندہ دیتی رہیں۔"

مجاہدین دفتر اوّل کے لواحقین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے محبوب امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے مرحومین کے چندہ کو جاری فرما دیں۔ (وکیل المال اوّل)

کلرک کی ضرورت

دفتر حدیقۃ المبشرین میں ایک کلرک کی ضرورت ہے۔ امیدوار کا خط اچھا ہو۔ اور تعلیم کم از کم میٹرک ہو۔

الاؤنس صدر انجمن احمدیہ کے قواعد کے مطابق دیا جائے گا۔ خواہشمند احباب مقامی جماعت کی تصدیق کے ساتھ درخواستیں بھجوائیں!

(سیکرٹری حدیقۃ المبشرین۔)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس غرض کے لئے پیدا کیا ہے تا وہ صفات الٰہیہ کا مظہر بنے:

خدائے واحد کا رنگ اختیار کرنا اور اس سے تعلق قائم کرنا انسان کی نجات کا موجب ہو سکتا ہے:

پس ہمیشہ صفات الٰہیہ کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو اور دیکھتے رہو کہ کیا تم صفات الٰہیہ کے مظہر بنے ہو یا نہیں!

سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی رہے) سورۃ بقرہ کی آیت ۱۳۹ (صبغۃ اللہ ..... لہ عٰبدون) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"صبغۃ اللہ کے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کا رنگ اختیار کرو یعنی ہمیشہ صفات الٰہیہ کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو اور دیکھتے رہو کہ کیا تم صفات الٰہیہ کے مظہر بنے ہو یا نہیں بنے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی غرض کے لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صفات الٰہیہ کا مظہر بنے اس کی قابلیت خود اس نے انسانی فطرت کے اندر ودیعت کر دی ہے کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کی ربوبیت کا مظہر نہیں بن سکتا یا رحمانیت کا مظہر نہیں بن سکتا یا رحیمیت کا مظہر نہیں بن سکتا یا مالک یوم الدین کا مظہر نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں یہ تمام قابلیتیں رکھ دی ہیں اس کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے۔ خلق اللہ آدم علیٰ صورتہ (بخاری جلد ۴ کتاب الاستیذان) یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مادی شکل نہیں اور نہ دین اس کا قائل ہے پس اللہ تعالیٰ کی صورت پر آدمؑ کو پیدا کرنے کا یہی مفہوم ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدمؑ میں صفات الٰہیہ کا مظہر بننے کی قابلیت رکھ دی اب کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں ان صفات کو اپنے وجود کے ذریعہ ظاہر نہیں کر سکتا جس طرح خدا تعالیٰ ستار ہے اسی طرح وہ بھی ستار بن سکتا ہے۔ جس طرح خدا شکور ہے اسی طرح وہ بھی شکور بن سکتا ہے۔ جس طرح خدا وہاب ہے اسی طرح وہ بھی وہاب بن سکتا ہے جس طرح خدا رزاق ہے اسی طرح وہ بھی اپنے دائرہ میں رزاق بن سکتا ہے۔ اور درحقیقت دینی نقطۂ نگاہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب بھی وہی شخص حاصل کرتا ہے جو صفات الٰہیہ کا مظہر بن کر اللہ تعالیٰ سے مشارکت پیدا کر لیتا ہے اور اسی کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے .....

وہ لوگ جن کے دلوں میں اپنی عظمت کا احساس نہیں ہوتا یا خدا تعالیٰ کے متعلق یقین نہیں ہوتا ان کو کچھ نہیں ملتا۔ لیکن جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں معزز بنایا ہے اور بڑی بڑی طاقتیں عطا کی ہیں اور وہ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بڑا رحم کرنے والا ہے اور بڑے بڑے انعام دینے والا ہے وہ خالی نہیں رہتے بلکہ وہ اپنے ظرف کے مطابق اپنا حصہ لیکر رہتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے اس آیت میں توجہ دلائی ہے کہ تم دنیا میں کسی نہ کسی کا رنگ اختیار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور جب تم نے بہرحال کسی کا رنگ اختیار کرنا ہے تو ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ تم اپنے دوستوں کا رنگ اختیار نہ کرو۔ تم اپنے بیوی بچوں کا رنگ اختیار نہ کرو۔ تم اپنے اساتذہ کا رنگ اختیار نہ کرو۔ تم اپنے ماحول کا رنگ اختیار نہ کرو۔ تم اپنی حکومت کا رنگ اختیار نہ کرو بلکہ تم خدائے واحد کا رنگ اختیار کرو کیونکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اس سے تعلق ہی تمہاری نجات کا موجب ہو سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۷، ۲۱۸)

جامعہ احمدیہ میں داخلہ

کے لئے درخواستوں کے موصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۱ر جولائی ۱۹۸۴ء ہے۔

(وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

ضروری اطلاع

اقصیٰ چوک ربوہ میں حضرت حکیم نظام جان مرحوم کے مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ) پر حکیم محمود احمد صاحب باقاعدگی سے خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

زیر نگرانی: حکیم عبدالحمید ابن حکیم نظام جان

گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلے

مورخہ ۱۴ر جولائی ۱۹۸۴ء سے گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم اے۔ ایم ایس سی کے داخلے ہو رہے ہیں۔ داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ ۲۶ر جولائی ۱۹۸۴ء ہے داخلہ فارم ۲۶ر جولائی کو دوپہر تک جمع کروائے جا سکتے ہیں۔

محمد اعزاز نوید
کمرہ ۱۲۱، ہوسٹل ۱۱ نیو کیمپس
پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

راولپنڈی کے احباب متوجہ ہوں!

راولپنڈی کے وہ احباب جو الفضل دفتر سے براہ راست بذریعہ ڈاک منگواتے ہیں ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ براہ کرم تا اطلاع ثانی اپنے پرچے قرزانہ لائبریری صدر بازار ہاتھی چوک راولپنڈی سے حاصل کریں۔ اس سلسلہ میں اگر کوئی شکایت ہو تو دفتر الفضل سے رابطہ قائم کریں۔

(منیجر الفضل ربوہ)

الفضل کی توسیع اشاعت کیلئے درخواست

امراء کرام اور محترم مربیان و معلمین سلسلہ، قائدین خدام الاحمدیہ، زعماء انصار اللہ اور صدر صاحبات لجنہ اماء اللہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ "الفضل" کی توسیع اشاعت میں بھرپور تعاون فرمائیں۔ احباب جماعت کو توجہ دلائیں کہ الفضل نہ صرف ہمارا جماعتی آرگن ہے بلکہ ہمارے گھروں کے لئے ایک دینی معلم بھی ہے۔

ہم سب کا فرض ہے کہ اسے خود بھی پڑھیں اور دوسرے احمدی بھائیوں کو بھی اس کے خریدار بننے اور پڑھنے کی طرف توجہ دلائیں۔ اس طریق سے اپنے دینی علوم میں اضافہ کے علاوہ ہم اپنے پیارے امام کی دعاؤں کے مستحق بنیں گے۔

خدا تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین!

(منیجر الفضل)

فیصل آباد کے احباب متوجہ ہوں!

فیصل آباد شہر میں روزنامہ الفضل کی ترسیل یقینی بنانے کے لئے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ وہ احباب جن کو پرچہ براہ راست دفتر سے ملتا تھا اب وہ اپنا پرچہ

محمد اصغر صاحب ایجنٹ الفضل فیصل آباد

بیت الفضل امین پور بازار فیصل آباد سے حاصل کریں۔ کوئی شکایت ہو تو دفتر الفضل سے رابطہ قائم کریں۔

(منیجر الفضل)

fly the British way
We'll take more care of you.

INFORMATION OFFICE PHONE : 493
British airways
AL-MAHMUD
AQSA ROAD, RABWAH.